مولانا محمد تقی امینی

رسول ﷺ کی شان میں

زیادہ سے زیادہ ادب ملحوظ رکھنے کی تاکید

اللہ کی ہدایت سے فائدہ اٹھانے کی پہلی شرط اللہ کے رسولؐ کا دل وجان سے احترام اس کی لائی ہوئی شریعت پر اعتماد اور ان دونوں پر بیجا اعتراض سے بچنا ہے لیکن جو قومیں اپنی گری ہوئی حالت سے اٹھنا نہیں چاہتی ہیں ان کے یہاں احترام واعتماد دونوں رخصت ہوجاتے ہیں اور طرح طرح کے بے جا اعتراض کر کے اپنا دل بہلالیتی ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودیوں کی حالت تھی ۔

احترام کے خلاف یہ بات بھی ہے کہ رسولؐ کی شان میں کوئی ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں ۔ ایک اچھے ہوں اور دوسرے گستاخی کے ہوں ۔ یہ گستاخی کے معنی غلط طریقہ پر بولنے سے پیدا ہوئے ہوں یا بے موقع بولنے سے پیدا ہوئے ہوں ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ
وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ۗ
وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○

اے ایمان والو " رَاعِنَا " نہ کہا کرو " اُنْظُرْنَا " کہا کرو ۔ اور توجہ سے سنا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا چاہے اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے ہوں وہ نہیں پسند کرتے ہیں کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے اوپر کوئی بھی خیر و بھلائی کی بات اترے حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے

ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے [۳]

●

[۱] " رَاعِنَا " کے معنی ہماری رعایت کیجئے " اُنْظُرْنَا " کے معنی ہماری طرف توجہ دیجئے۔ یہ دونوں لفظ ایسے موقع پر بولے جاتے ہیں جب اپنی طرف کسی کو متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ " رَاعِنَا " کے " عین " کو ذرا دبا کر کہا جائے تو " رَاعِیْنَا " ہو جاتا ہے جس کے معنی ہمارے چرواہے کے ہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے یہودی بغض و حسد کی وجہ سے یہی لفظ (راعینا) آپؐ کے لئے استعمال کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے تھے۔ شر پسند طبیعتیں جن کے دلوں میں سامنے والے شخص کا ادب و احترام نہیں ہوتا ہے وہ ایسے ہی الفاظ استعمال کر کے خوش ہوتی ہیں جن میں اچھے اور بُرے دونوں معنی نکلتے ہوں۔ آیت میں ادب و احترام کے موقع پر ایسے الفاظ استعمال کرنے سے روکا گیا ہے اور ان الفاظ کو استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن میں بے ادبی و گستاخی کا وہم بھی نہ پایا جائے۔ دیکھنے میں تو یہ معمولی بات ہے لیکن اس سے اندرونی شر کا پتہ چلتا ہے۔ سوسائٹی کی اصلاح کرنے میں اس شر کو نکالنا ضروری ہے۔

[۲] یہ بغض و حسد کی اندرونی بیماری کی طرف اشارہ ہے۔ ایسی چھوٹی حرکتیں لوگ اس وقت کرتے ہیں جب بغض و حسد میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور کسی کی ترقی و سربلندی دیکھی نہیں جاتی۔ یہودی اپنے آپ کو ترقی و سربلندی کا جاگیردار سمجھتے تھے۔ جب رسول اللہ ؐ کو نبوت ملی اور ترقی و سربلندی حاصل ہوئی تو آپؐ سے حسد کرنے لگے اور دل میں آپ کے خلاف بغض رکھنے لگے۔ جس کا اثر بات چیت میں بھی ظاہر ہو کر رہتا تھا۔

[۳] یہ اللہ کی طرف سے جواب ہے کہ نبوت و پیشوائی اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے کسی کی جاگیر نہیں ہے کہ وہ اس کا دعویدار بن کر کھڑا ہو جائے۔ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے نوازے جانے کا کیا قانون ہے؟ اس کا علم ہمارے قابو سے باہر ہے۔ جہاں اللہ کی مرضی و مشیّت (اللہ کے چاہنے) کا ذکر ہے اس میں دراصل اسی قانون کی طرف اشارہ ہے جس تک ہماری پہونچ نہیں ہے۔ " آزمائش " میں پورا اترنے کے بعد جو کچھ ملتا ہے اس سے اندازہ

ہوتا ہے کہ "آزمائش" کو بھی فضل و رحمت میں دخل ہے جیسا کہ نبیوں اور رسولوں کی زندگی سے ظاہر ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت میں اللہ نے فضل و رحمت کو بیان کرنے کا جو انداز اختیار کیا ہے اس سے دو باتیں کھلی ہوئی ہیں۔

(۱) جس پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو اس سے بغض و حسد کرنا اللہ کی مشیت میں دخل دینا ہے۔ اس بنا پر لازمی طور سے کھل دیا جاتا ہے۔

(۲) جس پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو اس کا کبر و غرور میں مبتلا ہونا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ اس کا معاملہ دوسروں سے مختلف ہے۔ اس بنا پر اس کی پکڑ بھی سخت ہوتی اور سزا بھی بہت سخت ہوتی ہے۔

شریعت میں تبدیلی یا حکم کی یاددہانی بہتری اور ترقی کے لئے ہوتی رہی ہے

شریعت، زندگی کے راستوں، یا زندگی گذارنے کے طور طریقہ کا نام ہے جن کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ اس کا تعلق پوری زندگی اور اس کے حکم و احکام سے ہے اور اسی وقت سے ہے جب سے انسان اس دنیا میں ہے۔ پہلے انسان کی ضرورتیں کم تھیں اس لحاظ سے شریعت کے حکم و احکام بھی کم تھے۔ بعد میں جیسی جیسی ضرورتیں بڑھتی گئیں شریعت کے حکم و احکام میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

پھر ایسا بھی ہوتا رہا کہ جب پہلے کی شریعت کے بعض احکام پر عمل کرنا مفید نہ رہا جس کی وجہ سے ان میں تبدیلی کی ضرورت ہوئی یا ان میں بعض بھلا دیئے گئے اور ان پر عمل درآمد نہ باقی رہا تو اللہ کی طرف سے پہلی صورت میں تبدیلی اور دوسری صورت میں یاددہانی کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اور یہ اس وقت تک رہا جب تک اللہ کے رسولؑ آتے رہنے کا وقت نہیں پورا ہوا۔ آیت میں اسی تبدیلی اور یاددہانی کا ذکر ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ○

"ہم جس کسی آیت (حکم) کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو (اس کی جگہ) اس سے بہتر یا اس کے برابر لاتے ہیں لہ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ہے ٹہ۔"

●

لہ کسی حکم کو منسوخ کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں پہلے جیسا فائدہ باقی نہ رہا ہو۔ جس کی وجہ سے اس پر عمل کرنے کی مدت ختم ہو گئی ہو اور کسی حکم کو بھلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس کو بھول گئے ہوں اور اس کی اصلیت لوگوں کے پاس باقی نہ رہی ہو۔

پہلی صورت اس وقت پیش آتی ہے جب پہلے جیسے حالات نہ رہ گئے ہوں مرض اور مریض دونوں میں تبدیلی آگئی ہو۔ تو لازمی طور سے پہلے جو نسخہ تجویز کیا گیا تھا اس کی کچھ دواؤں میں تبدیلی کرنی پڑے گی اور یہی بعض دواؤں کی جگہ ان سے بہتر دوائیں تجویز کرنی ہوں گی تاکہ مرض دور ہونے میں دیر نہ لگے اور صحت کی بحالی میں ترقی ہو۔

دوسری صورت اس وقت پیش آتی ہے جب پہلے حکم پر زیادہ زمانہ گزر گیا ہو اور اس کی اصلی شکل لوگوں میں نہ موجود ہو۔ دونوں صورتوں (چاہے حکم کی تبدیلی ہو یا بھولے ہوئے حکم کی یاد دہانی ہو) میں بات آگے ہی کی طرف بڑھتی ہے پیچھے کی طرف نہیں لوٹتی ہے۔ حکم کی جگہ پہلے سے بہتر حکم آتا ہے اور بھولے ہوئے حکم کی یاد دہانی سے زندگی میں بیداری اور تر و تازگی پیدا ہوتی ہے۔ دوسری چیزوں کی طرح شریعت میں بھی ترقی ہوتی رہی اور رفتہ رفتہ اس کو اس درجہ تک پہونچایا گیا جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی ہے۔

آیت میں جس قدر نسخ و نسیاں (تبدیلی اور بھلانے کے بعد یاد دہانی) کا ذکر ہے ان سب